صالحہ عابد حسین

(1913ء – 1988ء)

صالحہ عابد حسین کا اصلی نام مصداق فاطمہ تھا۔ وہ خواجہ غلام الثّقلین کی صاحبزادی اور ڈاکٹر سیّد عابد حسین کی بیوی تھیں۔ وہ خواجہ الطاف حسین حالؔی کے خاندان میں پانی پت میں پیدا ہوئیں۔ لکھنے پڑھنے کا شوق انھیں بچپن ہی سے تھا، مشہور مصنف، فلسفی اور ماہر تعلیم ڈاکٹر عابد حسین سے شادی کے بعد ان کے تصنیف و تالیف کے شوق میں مزید اضافہ ہوا۔ لیکن ان کی بنیادی حیثیت ناول نویس اور افسانہ نگار کی ہے۔ صالحہ عابد حسین اپنے قلم کے ذریعے تحریکِ آزادی میں شریک رہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں، افسانوں اور ڈراموں کے ذریعے انسانی اور تہذیبی قدروں کو عام کیا اور عورتوں کے مسائل اور سماجی خرابیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ حکومتِ ہند نے ان کو 'پدم شری' کا اعزاز عطا کیا۔ کئی صوبائی اکادمیوں نے بھی انھیں انعام دیے۔ ان کے ناولوں میں 'عذرا'، 'آتشِ خاموش'، 'قطرے سے گہر ہونے تک'، 'یادوں کے چراغ' اور 'اپنی اپنی صلیب' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ افسانوں کے چار مجموعے بھی شائع ہوئے۔

© NCERT not to be republished

مگر وہ ٹوٹ گئی

دور کسی گھنٹے نے دو بجائے۔ اس کے وسیع بیڈ روم کے ہاتھی دانت کے لیمپ میں نیلا زیرو بلب روشن تھا جس کی ٹھنڈی روشنی میں ہر چیز بے جان سی نظر آ رہی تھی۔ سنگھار میز پر سجی سیکڑوں شیشیاں، بوتلیں برش وغیرہ وغیرہ — ڈبل بیڈ کا قیمتی بستر اور نیلا نائٹ گون، چھت پر لٹکا چھوٹا سا بلوریں جھاڑ — ہر چیز اس کا منھ چڑا رہی تھی۔

برابر کے کمرے میں بچّے اپنی آیا کے ساتھ آرام کر رہے تھے۔ دوسرے نوکر اپنے اپنے کواٹرز میں محوِ خواب ہوں گے — ہاں صرف اس کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ دو بج چکے، نہ وہ آئے، نہ نیند آئی۔ جس طرح وہ روٹھے روٹھے ہیں اسی طرح نیند بھی روٹھ گئی ہے۔ وہ ڈبل بیڈ کے دوسرے حصّے پر لوٹ لگا کر آ گئی اور ان کے تکیے پر سر رکھ دیا آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک سیلاب سا امنڈ آیا جو اس کے گالوں پر لڑھکتے، کنپٹیوں پر سے پھسلتے نرم تکیے میں جذب ہوتے رہے۔ سامنے دیوار پر ان دونوں کی قد آدم رنگین تصویر آویزاں تھی۔ ان کی شادی کی تصویر۔ اس کے چہرے پر شرمیلی اور مسرور مسکراہٹ ہے اور ان کی آنکھوں میں اشتیاق ہے، شرارت ہے اور تجسّس بھی!

شادی — شادی — شادی!!

شادی یا بربادی؟ کتنی بربادیاں اس نے اپنے چاروں طرف دیکھی تھیں۔ امّاں کی زندگی— بھابھی کا انجام، اس کی پیاری سہیلی منورما کی خودکشی، اس کی ٹیچر کی تنہا اداس زندگی۔ دو چار نہیں بیسیوں ناکام شادیوں کو اس نے دیکھا تھا۔ یہ شادی بربادی کیوں بن جاتی ہے؟ عورتیں تو مردوں ہی کو الزام دیتی ہیں مگر کیا ان کا قصور کچھ نہیں ہوتا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ شادی شدہ زندگی کو کامیاب اور

مسرور بنانا عورت کا کام ہے۔ نباہنے کی ذمے داری مرد سے زیادہ عورت پر آتی ہے۔ اگر وہ چاہےتو۔ اگر وہ چاہےتو؟ کیا نباہ نہیں ہوسکتا۔ اس نے اگر کبھی شادی کی تو— ''نہیں نہیں— '' وہ لرز اٹھتی۔ جانے کیا انجام ہو۔ وہ ابھی شادی نہیں کرے گی۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد— پھر— پھر سوچے گی— لیکن ادھر ادھر کی زندگیاں دیکھ کر وہ بہت زیادہ حسّاس بلکہ شکّی ہوگئی تھی۔ کیا ہرج ہے اگر وہ شادی نہ کرے؟ اور تعلیم پائے۔ ڈگریاں لے۔ اچھی سی نوکری کرے۔ اپنا گھر بنائے—

مگر یہ ناکام زندگیاں— یہ جدائیاں— یہ طلاقیں؟ اس میں مرد سے زیادہ عورت کا قصور ہے شاید— وہ چاہےتو...... وہ سہارنا سیکھے— گھر بنانا یا بگاڑنا عورت کے ہاتھ میں ہے۔ بھابی کا مزاج— خدا کی پناہ! باجی کی خودداری اور آن بان۔ شوہر سے مقابلے.... منور ما حد سے زیادہ حسّاس نہ ہوتی— اور اتنی بے زبان تو— تو— شاید خودکشی کی نوبت نہ آتی۔

امّاں اس رشتے کے خلاف تھیں۔ خاندان اور باجی کو عمر پر اعتراض تھا اور بھائی صاحب کھلّم کھلاّ کہتے تھے کہ مزاج کا بہت تیز ہے۔ البتہ ابّا میاں کہتے۔ ''ذہین ہے۔ اعلا تعلیم یافتہ ہے۔ اتنی پوزیشن ہے۔ درجہ، عہدہ، کیا نہ تھا ان کے پاس اور پھر یہ مسکان! خواہ مخواہ لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ پندرہ سترہ برس کا فرق ہے، کیا ہوا۔ مرد کی عمر میں فرق ہونا ہی چاہیے— لڑکی جلدی میچور ہوجاتی ہے۔ مزاج سبھی مردوں کا تیز ہوتا ہے۔ عورت اگر مزاج شناس ہو تو— اماں، باجی، بھابی، منور ما، شانتی۔ ان سب کی زندگیاں اس کی نظر میں ہیں۔ سب کی کمزوریاں بھی وہ جانتی ہے۔ اس کا عزم تھا کہ وہ ان کا دل جیتے گی۔ اس کے لیے ناگزیر بن جائے گی۔ اس کے مزاج کو سہارے گی۔ اسے خوش رکھے گی۔ میں نباہ کرنا جانتی ہوں نباہ کر کے دکھاؤں گی۔'' اور سب کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ وہ ان کی بن گئی۔

ایک کے بعد دوسری بیٹی ہوئی تو اس 'روشن خیال' اعلا تعلیم یافتہ مرد کے چہرے پر ناگواری کے بل پڑ گئے۔ جیسے یہ اس کے اختیار کی بات تھی۔ بچیّوں نے جانا ہی نہیں کہ باپ کی محبّت کس

چڑیا کا نام ہے۔ خالائیں، پھوپھیاں، محلّے پڑوس والے جن بچوں کے بھولے چہروں اور پیاری باتوں پر جان دیتے، ماموں چچا جن سے اتنی محبت کرتے وہ ڈیڈی کی صورت کو ترستی رہیں اور ماں کی محبت سے محروم!

مگر اسے تو نباہ کرنا تھا۔ اس کے لیے اس نے وہ سہا، وہ سہا، جس کا اعتراف وہ خود اپنی ذات سے بھی کرنا نہیں چاہتی تھی! سارا خاندان یہ سمجھتا تھا کہ شوہر اسے بے حد چاہتا ہے۔ آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیتا۔ ہزاروں میں کھیلتی ہے۔ ہر ضرورت اور خواہش پوری ہوتی ہے۔ ہر عیش و آرام میسر ہے۔ ایسی خوش قسمت لڑکیاں کم ہوتی ہیں۔ ''خوش قسمت''!!

ہاں اس نے سب کو یہی احساس دلایا تھا۔ وہ جلتے داغ، وہ ٹپکتے زخم، وہ مجروح خودداری، اپنائیت کا وہ مجبور احساس کس نے دیکھا؟ کون دیکھ سکتا تھا جس کو وہ پندرہ سال سے سہار رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے جلتے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی!

اس نے — اس عالی خاندان — تعلیم یافتہ — خود مختار لڑکی نے کیا کیا نہیں سہا۔ رات رات بھر ٹانگیں دبائیں — دن بھر کھانے پکائے اور اپنے ہاتھ سے کِھلائے!

جب شوشو پیدا ہوا — تو کچھ عرصے 'مجازی خدا' نے بیٹے کی ماں بن جانے کے بعد اس کا خیال کیا۔ وہ قدر اور عزت جو کچھ عرصے بعد پھر خاک میں مل گئی۔

چار بجے کی آواز پر وہ چونک پڑی۔ کھڑکی میں سے چاند کی کرنیں شیشے پر دھندلا سی گئی تھیں۔ وہ اب تک نہیں آیا۔ اور اب یہ کون سی نئی بات ہے۔ کب سے یہ آگ سینے میں بھڑک رہی ہے اور وہ ان شعلوں کو بجھانے اور دبانے کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہے۔

''چند دن کو بھیّا کے پاس چلی جاؤں؟''

''ہاں جاؤنا — تمھیں کسی سے محبت ہی نہیں ہے!''

پہلی بار اس نے یہ جملہ سنا تو حیران رہ گئی۔ منھ سے نکلا۔

''کیا سچ مچ چلی جاؤں؟''

''اور کیا اسٹامپ پر لکھ کر دوں؟''

''اور تم میرے بغیر......''

''میں خوب رہ لوں گا تمھارے بغیر۔ تمھاری لڑکی اتنی بڑی ہو چکی ہے۔ اس کو محبّت دو۔ دوسرے بچّوں کو سنبھالو— میرا پیچھا چھوڑو—''

وہ گم سم حیران اس کا منھ تکتی رہی۔ وہ ایسا بے نیاز، بے تعلق بیٹھا رہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ دور کہیں سے موذّن کی آواز بلند ہوئی۔ اس نے بیٹھ کر سر ڈھک لیا۔ کھڑکی میں سے پھٹتی پو کی ہلکی دودھیا روشنی پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اوشا! اس کی زندگی میں اب اوشا کی کوئی کرن چمکے گی کیا؟

وہ لڑکی اس سے زیادہ حسین نہیں ہو سکتی۔ کل اس نے ان سے صاف صاف بات کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا۔ لیکن ایک جملہ سن کر ہی انھوں نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

تم نے جو سنا سب ٹھیک ہے۔ مگر تم کون ہوتی ہو اعتراض کرنے والی۔ وہ تو میری جان کے ساتھ ہے۔ تم چاہو تو چھوڑ سکتی ہو!''

''نہیں— نہیں— نہیں—'' ہسٹیرک انداز سے اس کے منھ سے چیخیں نکلنے لگیں۔

''نہیں— آپ مجھے نہیں چھوڑیں گے— ایسی آتی جاتی عورتیں میری جگہ نہیں لے سکتیں۔ آپ کے بچّے.... بیٹیاں ہیں— بیٹا ہے.......''

''تمھیں پیسے کی کمی نہ ہوگی۔ جتنا چاہو گی ملے گا۔''

''نہیں— نہیں— نہیں— مجھے پیسے کی نہیں آپ کی ضرورت ہے۔ بچّوں کو باپ کی ضرورت ہے۔''

''بکے جا —'' اور یہ کہتے وہ باہر نکل گئے۔

اب سورج نکل آیا تھا۔ آیائیں بچّوں کو تیار کر رہی تھیں۔ نند کی آواز گونج رہی تھی۔ اس کی ملازمہ دوبارہ ناشتے کا تقاضا کرنے آ چکی تھی۔ مگر وہ اسی طرح نائٹ گاؤن میں مسہری پر بیٹھی تھی اور سوچے جا رہی تھی.....

''نہیں۔ یہ شادی ٹوٹ نہیں سکتی۔ میں — میں سب سہاروں گی۔ سب کچھ جھیلوں گی۔ مگر اسے چھوڑوں گی نہیں — عورت کی زندگی میں سخت وقت بھی آتے ہیں۔ آج نہیں کل — کل نہیں پرسوں وہ پچھتائیں گے.....اور وہ لڑکی — وہ خود انھیں چھوڑ دے گی........میری جگہ کون لے سکتا ہے.......''

''بیگم صاحب — آپ کے نام کا خط —'' ملازمہ نے ایک بڑا سا لفافہ اس کے کانپتے ہاتھوں میں دے دیا۔ ''جانے کیا ہے؟'' اس کا دل لرز رہا تھا۔ بڑی دیر بعد اس نے لفافہ چاک کیا۔

''آہ! تو وہ ٹوٹ گئی!''

طلاق نامہ اس کے ہاتھ سے فرش پر گر پڑا تھا اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیوار کو تکے جارہی تھی اور ایک جملہ بڑبڑاتی جاتی تھی۔

''مگر وہ ٹوٹ گئی۔ ٹوٹ گئی — ٹوٹ گئی —''

صالحہ عابد حسین

مشق

لفظ و معنی

منجمد	:	جما ہوا، ٹھہرا ہوا
نالاں	:	بیزار
ہراساں	:	ڈرا ہوا
اوجھل	:	نظروں سے چھُپا ہوا
ہسٹیریک انداز	:	چیخنا، چلّانا، رونا۔ ہسٹیریا (Hysteria) ایک بیماری ہوتی ہے جس

میں انسان کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے اور وہ مختلف طرح کی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔

خودداری : اپنی عزّت کا پاس

غور کرنے کی بات

- اس کہانی کے دو رُخ ہیں۔ اس کہانی میں جہاں لڑکیوں پر مظالم کی داستان بیان کی گئی ہے وہیں غیر ذمے دار مردوں پر طنز بھی کیا گیا ہے۔
- یہ کہانی ہمارے معاشرے کی ان خواتین کی تصویر کشی کرتی ہے جو آئے دن ایسے حالات سے مقابلہ کرتی ہیں، جیسا کہ اس کہانی میں دکھایا گیا ہے کہ شوہر کے بُرے برتاؤ کے باوجود بیوی کسی نہ کسی طرح خواہ وہ اپنے خاندان کی عزت یا اپنے بچّوں کی خاطر نباہنے کی کوشش کرتی ہے۔
- صالحہ عابد حسین کی یہ کہانی جس زمانے میں لکھی گئی اس وقت کی تعلیم یافتہ لڑکیاں ظلم سہنے کے باوجود خاموش رہتی تھیں لیکن آج کی عورت بیدار ہو چکی ہے وہ شوہر کے اس گھناؤنے عمل کے بعد خاموش نہیں بیٹھتی، اس کو صدمہ تو ضرور پہنچتا ہے لیکن اس کے بعد اس کے اندر ایک نیا عزم پیدا ہوتا ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے

1. مصنّفہ نے بھابھی، باجی اور منورما کی شادیوں کی ناکامی کے کیا اسباب بتائے ہیں؟
2. افسانے کی ہیروئن کو پورا خاندان خوش قسمت کیوں سمجھتا تھا؟
3. افسانے کی ہیروئن ہر طرح کے حالات سے نباہ کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی تھی؟

4. اس افسانے کا ہیرو تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود لڑکیوں کے پیدا ہونے پر بیوی سے ناراض کیوں تھا؟

عملی کام

- مندرجہ ذیل محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:
  پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنا، خاک میں ملنا، آنکھ سے اوجھل ہونا، ہزاروں میں کھیلنا
- افسانے میں ایک جگہ ''مزاج شناس'' لفظ استعمال ہوا ہے جس میں ''شناس'' لاحقہ ہے۔ آپ اس لاحقے کا استعمال کر کے تین الفاظ لکھیے۔
- اس افسانے میں استعمال ہونے والے پانچ انگریزی الفاظ لکھیے۔

© NCERT not to be republished